اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند [illegible]

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند [illegible]

نمبر ۱۵۰	۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ	یوم یکشنبہ	مطابق ۱۸ جون سنہ ۱۹۳۳ء	جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق ۱۵ جون ۱ بجے بعد دوپہر کی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کو آج شب بواسیر کی تکلیف رہی۔ لیکن دن میں نسبتاً طبیعت اچھی ہے۔

سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بخار میں بھی خدا کے فضل سے تخفیف ہے۔ لیکن ابھی پوری صحت نہیں ہوئی۔ احباب دعا فرمائیں۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو جو آج کل پونچھ (کشمیر) میں ہیں۔ گردن میں غدودوں کے متورم ہو جانے کی وجہ سے تکلیف ہے۔ اسکی وجہ سے ان کے اہل و عیال متفکر ہیں۔ اور احباب سے دعائے صحت کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

عزیزہ رضیہ بیگم بنت کیپٹن ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحب بھی دیر سے بیمار رہتی ہیں۔ ان کے لئے بھی دعائے صحت فرمائیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حقیقی متقی کی تعریف

فرمودہ ۱۹ جون سنہ ۱۹۰۴ء

بہت سے ایسے مسلمان ہیں کہ جو کہتے ہیں۔ کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔ نماز نہیں پڑھتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ تقویٰ اور شے ہے۔ جب تک کہ انسان خدا کو مقدم نہیں رکھتا۔ اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو۔ خواہ قوم کا خواہ دوستوں اور شہر کے رؤسا کا خدا سے ڈر کر نہیں توڑتا۔ اور خدا کے لئے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ تب تک وہ متقی نہیں ہے۔

قرآن شریف میں جو بڑے بڑے متقیوں کے ساتھ ہیں۔ وہ ایسے متقیوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے تقویٰ کو وہاں تک نبھایا۔ جہانتک انکی طاقت تھی۔ بشریت کے قویٰ نے جہاں تک ان کا ساتھ دیا برابر تقوے پر قائم رہے۔ حتیٰ کہ انکی طاقتیں ہار گئیں اور پھر خدا سے انہوں نے اور طاقت طلب کی۔ جیسے کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ظاہر ہے ایاک نعبد یعنی اپنی طاقت تک تو ہم نے کام کیا۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایاک نستعین یعنے آگے چلنے کے لئے اور نئی طاقت تجھ سے

ایف۔اے میں پاس ہونیوالے احمدی

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو محترم خواتین کی کامیابی

اس سال۔ایف۔اے کے امتحان میں پاس ہونے والے جن احمدی طلباء اور طالبات کی اطلاع ہمیں پہنچی ہے۔ ان کے نام درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

(۱) سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور (۲) سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ بنت حضرت میرزا البشیر احمد صاحب ایم۔اے نے صرف انگلش کا امتحان دیا۔اور اس میں کامیابی حاصل کی۔جس پر ہم جماعت کی طرف سے انہیں اور تمام خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں ۃ

(۳) محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ بنت حضرت مولوی شیر علی صاحب اور (۴) محترمہ امۃ العزیز عائشہ صاحبہ بنت بابو محمد امیر صاحب نے ایف۔اے کے تمام مضامین میں امتحان پاس کیا۔مبارک ہو ۃ

(۵) صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بن حضرت مرزا شریف احمد صاحب (۶) محمد نام الدین صاحب پسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب بٹالوی (۷) محمد اسلم صاحب (۸) محمد آصف صاحب پسر شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور (۹) میر عبدالرحیم صاحب پسر سید عزیز الرحمٰن صاحب

(۱۰) مصلح الدین صاحب برادر مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے تمام مضامین میں (۱۱) اور صلاح الدین صاحب نے صرف انگلش میں امتحان پاس کیا ۃ

قاضی محمد اکرم صاحب کا افسوسناک انتقال

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے امرتسر کی قاضی فیملی کے ایک نہایت مخلص اور متقی ممبر جناب قاضی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب کی وفات کی خبر شائع کی گئی تھی۔کہ اب نہایت رنج و افسوس کے ساتھ ان کے برادر خورد قاضی محمد اکرم صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی وفات کا اعلان کیا جاتا ہے۔قاضی صاحب مرحوم نے کسل کی طویل بیماری کے بعد ۱۱ر جون کو امرتسر میں انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اسی دن بذریعہ لاری خاندان کے بہت سے ممبران کی نعش قادیان لے آئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے باوجود علالت خود نماز جنازہ پڑھائی۔اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں اپنے برادر اکبر کے پہلو میں دفن کیے گئے

مرحوم نہایت مخلص بے حد خلیق اور بڑے ملنسار انسان تھے۔اپنے محکمہ میں انہوں نے نہایت دیانتدارانہ اور شاندار خدمات سر انجام دیں۔اور خانصاحب کا خطاب حاصل کیا۔ہم اس صدمہ میں جو خاندان کے دو بزرگوں کی جدائی کے باعث قاضی فیملی کو اٹھانا پڑا۔پوری پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔اور دعا کرتے ہیں۔کہ خدا تعالےٰ اس مخلص خاندان کو ہر پہلو سے ترقی عطا کرے ۃ

احباب سے درخواست ہے کہ قاضی صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھا جائے۔اور دعائے مغفرت کی جائے ۃ

کیا تمام احمدی جماعتوں اور احمدی احباب نے ماہ مئی کا چندہ پورا ادا کر دیا؟

سال حال کی مجلس مشاورت میں بجٹ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے جو تقریر فرمائی تھی۔اور جو نظارت بیت المال چھاپ کر تمام احمدی جماعتوں کو بھجوا چکی ہے۔ اس میں حضور نے نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا تھا۔کہ ہر احمدی کو اپنا چندہ باقاعدہ ادا کرنا چاہیئے۔اور ہر جماعت کے عہدہ داروں کا فرض ہے۔کہ ہر احمدی سے ماہوار چندہ وصول کریں۔اور جو احمدی چندہ ادا نہ کرے۔اس کا معاملہ میرے سامنے پیش کیا جائے۔نیز حضور نے یہ بھی فرمایا۔کہ ہر ایک جماعت کے ذمہ جس قدر سالانہ رقم تجویز ہو۔اس کا پورا کرنا اس کا فرض ہوگا۔اگر اس میں سے کچھ باقی رہ جائے۔تو وہ اس جماعت کے ذمہ قرض ہوگا۔جسے اس کے اگلے سال کے بجٹ میں شامل کر کے وصول کیا جائے گا۔اس طرح جس جماعت کے ذمہ تین سال تک بقایا لگتار رہے گا۔اس کا ہم بائیکاٹ کر دیں گے۔اور ہمارے انتظام سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا ۃ

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔کہ چندہ کی ادائگی میں کوتاہی اور سستی نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے والی ہے۔اس امر کی طرف حضور نے اپنے ایک حال کے خطبہ جمعہ میں بھی جماعتوں کو توجہ دلائی۔اور ارشاد فرمایا ہے۔کہ اب جبکہ مالی سال کا پہلا مہینہ (مئی) گزر چکا ہے۔ہر جماعت کو دیکھنا چاہیئے۔کہ اس نے اپنے بجٹ کا بارہواں حصہ ادا کر دیا ہے۔ اگر کچھ کمی رہ گئی ہو۔ تو اسے جلد سے جلد پورا کرنا چاہیئے۔کیونکہ اس طرح کی تھوڑی تھوڑی کمی سال کے آخر میں ایک بڑا بوجھ بن جائے گی۔اور پھر اس کی ادائگی مشکل ہوگی ۃ

پس ہر ایک احمدی جماعت کو مجموعی طور پر اپنے مقررہ بجٹ کا بارہواں حصہ جلد سے جلد پورا کر دینا چاہیئے۔اور ہر احمدی کو اپنے ذمہ کا ماہوار چندہ سارے کا سارا ادا کر دینا چاہیئے۔اور اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔کہ اب کوئی احمدی محاسبہ سے بچ کر اپنے ذمہ بقایا نہیں رکھ سکے گا۔اسے یا تو بطور خود حساب صاف رکھنا پڑے گا۔یا پھر اس کا معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حضور پیش ہوگا۔ہمارے نزدیک کوئی مخلص احمدی گوارا نہ کرے گا۔کہ اس رنگ میں اس کا ذکر اپنے مقدس امام کے حضور ہو۔بحالیکہ وہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر اپنا سب کچھ قربان کر دینا سعادت دارین سمجھتا ہے ۃ

پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیئے۔کہ پورا پورا چندہ باقاعدہ ادا کرے ۃ

مہاراجہ بہادر پٹیالہ کا عطیہ

یہ خبر خوشی کے ساتھ سنی جائے گی۔کہ مہاراجہ بہادر پٹیالہ نے جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور کو قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ پیش کرنے پر پانچ سو روپیہ کا گراں قدر عطیہ عطا فرمایا ہے۔مہاراجہ بہادر اس عنایت کی وجہ سے قابل شکریہ اور جناب شیخ صاحب لائق مبارکباد ہیں

جناب محمد اللہ بخش صاحب ضیاء کا "بیان"

معلوم ہوا ہے۔کہ جناب محمد اللہ بخش صاحب ضیا سابق راہنمائے تحریک خاکساران نے اپنے کسی گزشتہ مقالہ میں جس مفصل بیان کی اشاعت کا وعدہ کیا تھا۔وہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔اس بیان میں صاحب موصوف نے تحریک خاکساران سے اپنی علیٰحدگی اور قبول احمدیت کے وجوہات مفصل طور پر پیش کر دیئے ہیں۔یہ بیان $\frac{20 \times 26}{8}$ کے ۱۱۳ صفحات کی ایک کتاب کی صورت میں ۲۰ جون ۱۹۳۳ء کو ادارہ اشاعت تبصر بازار کلاں سے شائع ہوگا ۃ (زمانہ نگار)

لاہور کا مقدمہ

لاہور میں چند احمدی اصحاب پر جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر ہے۔اسکی آئیندہ تاریخ ۸ر جولائی مقرر ہوئی ہے اس میں تاحال کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔مولوی ظفر علی وغیرہ کے خلاف جو مقدمہ ہے۔اس کی آئیندہ پیشی ۱۰ر جولائی کو ہوگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۵۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳ صفر ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۰

ہندوؤں کی تعداد میں کمی

تحریک شدھی میں آریہ سماج کی ناکامی

ایک پریشان کن سوال

"پنجاب کے ہندوؤں کا کیا بنے گا" یہ ایک سوال ہے۔ جو آج کل ہندو اخبارات اور ہندو لیڈروں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے کیونکہ انہیں یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ ہندوؤں کی تعداد کم ہو رہی ہے بحالیکہ دیگر اقوام بڑھ رہی ہیں۔ موجودہ مردم شماری بتاتی ہے۔ کہ پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد ۱۱½ سے ۱۳ ملین ہو گئی ہے۔ اور سکھوں کی ۲½ سے ۳ ملین۔ لیکن ہندو ۷½ ملین سے گھٹ کر ۶½ ملین رہ گئے ہیں۔ اس کمی نے ہندوؤں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ اسے دور کیا جائے۔

ہندوؤں کی ناکامی

ہندوؤں کی تعداد میں یہ کمی کوئی حیرت انگیز بات نہیں بلکہ ہندو دہرم کی تعلیم اور ہندو تمدن کو مدنظر رکھتے ہوئے حیرت اس بات پر ہے۔ کہ اس سے بہت زیادہ کمی کیوں نہیں ہوئی۔ ہندوؤں نے حالات زمانہ سے مجبور ہو کر اور اسلام کو دیکھ کر اپنے مذہب میں بہت حد تک ترمیم و تنسیخ کی۔ اور تمام سابقہ روایات اور مذہبی تعلیمات کو نظر انداز کر کے دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی اپنے دھرم میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں بہت بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔

اخبار "پرتاپ" کے خیالات

اخبار پرتاپ مذکورہ بالا سوال کے حل کرنے کے لئے ایک سلسلہ مضامین شائع کر رہا ہے۔ جس کے آٹھ نمبر اس وقت تک نکل چکے ہیں۔ اس کا خیال ہے۔ کہ "ہندوؤں کی ترقی میں سب سے بڑی روکاوٹ یہ ہے۔ کہ ان کا مذہب تبلیغی مذہب نہیں" وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتے۔ ان کی حالت اس موم بتی کی سی ہے۔ جو دونوں طرف سے جل رہی ہو۔ غیر تبلیغی ہندو مذہب پر دو تبلیغی مذاہب (اسلام اور عیسائیت) نے ایک ہی وقت پر حملہ کیا۔ اور اسے بہت نقصان پہنچایا" (۵ رجون)

دیانند جی کی تعلیم اور اس کا اثر

ہندو دہرم کے اس نقص اور ہندوؤں کی اس کمزوری کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اس کا خیال ہے۔ کہ "رشی دیانند نے پراچین آریہ دہرم کو اپنے اصل روپ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔" اور "ویدک دہرم کا دروازہ منشیہ ماتر کے لئے کھول دیا۔ صدیوں کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا۔ جبکہ ایک آریہ سدھارک نے بآواز بلند یہ اعلان کیا۔ کہ ویدک دہرم منشیہ ماتر کے لئے ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ تبلیغی مذہب ہے۔ اور جو کوئی بھی چاہے اس میں بے کھٹکے شامل ہو سکتا ہے.... رشی کی کیتی پربل تھی۔ وہ اپنا اثر کر گئی۔ اور اس کے ساتھ ساری آریہ جاتی کی ذہنیت بدلنے لگی" (۸ رجون)

نتیجہ کیا نکلا!

ہم اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ویدک دھرم فی الواقع تبلیغی مذہب ہے۔ یا اسے خواہ مخواہ کھینچ تان کر ایسا ظاہر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور سوامی دیانند نے اسلام کی نقل میں یہ راہ اختیار کی۔ لیکن یہ امر خود ہندوؤں کو مسلم ہے۔ کہ سوامی جی سے قبل ویدک دہرم کو تبلیغی مذہب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے ہندوؤں کو یہ سبق پڑھایا۔ کہ ان کا دہرم تبلیغی مذہب ہے۔ اور اس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ ان کی اس تعلیم نے اپنا اثر کیا۔ اور پرتاپ کا دعویٰ ہے۔ کہ اس سے ساری جاتی کی ذہنیت بدلنے لگی۔ "یعنے سارے کے سارے ہندو اپنے دہرم کو تبلیغی سمجھنے لگ گئے۔ جب "ہندوؤں کی ترقی میں سب سے بڑی روکاوٹ یہ تھی۔ کہ ان کا مذہب تبلیغی مذہب نہیں۔ وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتے۔" لیکن سوامی دیانند نے اگر اس روک کو دور کرتے ہوئے دنیا کو بتا دیا۔ کہ "اس کا دروازہ منشیہ ماتر کے لئے کھلا ہے" یا "دوسرے الفاظ میں وہ تبلیغی مذہب ہے" اور پھر اس خیال کے مطابق ساری آریہ جاتی کی ذہنیت بدلنے لگی"۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ ہندوؤں کو من مانی ترقی حاصل ہو کر ہمیشہ کے لئے اس غم سے نجات مل جاتی۔ کہ "ہندوؤں کا کیا بنے گا" لیکن ہوا کیا۔ دیانند جی کی ساری تگ و دو آریہ سماج کی ساری چیخ و پکار کے باوجود یہ امر ہندوؤں کو بدستور پریشان کر رہا ہے کیونکہ ان کی تعداد اب بھی روبہ تنزل ہے۔

دیانند جی کا پیشکردہ دھرم

آریوں کا جہاں یہ دعوےٰ ہے۔ کہ دیانند جی نے ویدک دہرم کا دروازہ ساری دنیا کے لئے کھول دیا۔ اور اسے تبلیغی مذہب ثابت کر دیا۔ (حالانکہ ہندو دہرم کی کتب میں تبلیغ کے مفہوم اور مطلب کو ادا کرنے والا کوئی لفظ بھی نہیں پایا جاتا۔ کجا یہ کہ یہ دھرم تبلیغی ہو) وہاں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دیانند جی سے قبل ہندو دہرم کی یہ حالت ہو چکی تھی۔ کہ

"جو دہرم آریہ دھرم کے نام سے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ اس میں اس قدر ملاوٹ ہو گئی تھی۔ کہ حقیقت نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ ملمع کی وجہ سے سونا نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے ہندو دہرم زندہ دہرم کہلانے کا مستحق نہ رہا تھا۔ پنڈت نیل کنٹھ شاستری جیسے ودوانوں نے عیسائی مذہب گرہن کر کے اس وقت کے ہندو دہرم کو وہ لات لگائی۔ جس سے اس کا جانبر ہونا مشکل تھا۔ کاشی کے بڑے بڑے پنڈتوں کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ دھرم کے لکھشن کیا ہیں اور ادھرم کے لکھشن کیا ہیں۔ ہاتھ پسار انہ سوجھتا تھا۔ آریہ جاتی کے انگ اس کے گوشت کے پوست اور پوست کے پوست اس سے الگ ہو رہے تھے۔ اور کسی کو دکھ نہ ہوتا تھا۔ ہندو دہرم ایک کچا دھاگا بن گیا تھا۔ اور معمولی سے معمولی بات پر بھی ٹوٹ سکتا تھا۔ اس میں سے ہر وہ چیز جو دھرم کو ممتاز کرتی ہے۔ نکل چکی تھی۔ ایسا مردہ دہرم دوسروں کے لئے کیا کشش رکھ سکتا تھا۔"

ایسی صورت میں کیا ہوا۔ یہ کہ دیانند جی نے "پراچین آریہ دھرم کو اپنے اصلی روپ میں دنیا کے سامنے پیش کیا" (پرتاپ ۸ رجون)

اگر دیانند جی کے پیش کردہ آریہ دھرم سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے ملاوٹ کو دور کر کے زندہ دھرم پیش کیا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ ان کے پیشکردہ دھرم میں دوسروں کے لئے کشش ہوتی۔ اور وہ ان کی طرف کھینچے آتے۔ مگر کیا ایسا ہوا۔ اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ "پرتاپ" نے خود ہی بہت کچھ کہدیا ہے۔

ناکامی کی وجہ

پرتاب لکھتا ہے:-

"آریہ سماج ہندوؤں میں نہ تو یہ بھاؤ پیدا کر سکا۔ کہ وہ مسلمانوں کی طرح ہر ایک نو آریہ کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اور اُسے ہاتھوں پر اُٹھائیں اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح اس نے کوئی ایسا انتظام کیا۔ کہ جو شخص غیر مذہب سے ویدک دھرم میں آئے۔ سوسائٹی کی طرف سے اس کا پربندھ (انتظام) ہو۔ ...... عملی طور پر آریہ سماج اسوقت تبلیغی جماعت نہیں رہی۔ ... اگر وہ تبلیغی جماعت ہوتی۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ سارے ہندوستان میں ایک بھی ایسا مرکز نہ بنایا جاتا۔"

پھر لکھتا ہے:-

"آریہ سماج نے نہ اپنی کوئی برادری بنائی۔ اور نہ ہندوؤں کی پرانی برادری کو اپنے ساتھ لینے میں کامیاب ہوا ......

جہاں آریہ سماج نے اپنے پرچار سے شدھی کے متعلق ہندوؤں کی ذہنیت کو بدل دیا۔ وہاں وہ عملی طور پر شدھی کا چکر نہ چلا سکا تجربہ نے بتلایا۔ کہ کسی غیر ہندو کو آریہ سماج میں ملانا تو آسان ہے لیکن اسے رکھنا مشکل ہے۔ کئی مسلمان اور عیسائی آئے اور چلے گئے۔" ۱۱؍جون ۱۹۳۳ء

آریہ بننے والوں سے بدسلوکی

جو بھی آریہ سماج میں داخل ہوا۔ پرتاپ ۱۱؍جون کا بیان ہے کہ اس نے دیکھا۔ "جس سوسائٹی سے میں آیا ہوں۔ وہ تو مجھے بھائی کی طرح سر آنکھوں پر بٹھلانے کو تیار ہے۔ اور جس میں داخل ہوا ہوں۔ وہ مجھ سے سیدھے منہ بھی نہیں بولتی۔ میرے پاس ایسی مثالوں کا جن میں آریہ سماج نے ایک غیر ہندو کو آریہ بنایا اسکے گزارہ کا بھی انتظام کیا۔ لیکن اوس پڑوس کے ہندوؤں نے اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا۔ کہ وہ دنوں کے بعد واپس جانے پر مجبور ہوگیا۔ بھاری ذخیرہ موجود ہے۔" "ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں ایک نو آریہ کو دکان سے کر دی گئی۔ تاکہ وہ کچھ کام کاج کر کے اپنا پیٹ پال سکے۔ لیکن اس کے پڑوسی ہندوؤں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ کہ اس کے لئے وہاں ٹھیرنا ناممکن ہوگیا۔" "آریہ سماج شدھی کا چکر چلانے میں عملی طور پر ناکامیاب رہا ہے۔ ...... اب تو یہ حالت ہے۔ کہ کسی ایسے بھائی کو ہندو محلہ میں مکان بھی نہیں ملتا۔" ۱۱؍جون ۱۹۳۳ء

مردہ مذہب کو کوئی انسان زندہ نہیں کرسکتا

ان واقعات سے جو خود آریہ سماج کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ دیانند جی باوجود ہندو دھرم میں کتر بیونت کر کے اسے تبلیغی مذہب قرار دینے کے عملی طور پر اسے ایسا ثابت کرنے۔ اس میں دوسروں کے لئے کشش پیدا کرنے اور اسے زندہ دھرم ظاہر کرنے میں بالکل ناکام رہے ہیں۔ اور شدھی کے متعلق ہندوؤں کی تمام کوششیں جن کے پیچھے ان کی بے شمار دولت بہت بڑا اثر اور بہت کچھ چالبازیاں کام کر رہی ہیں۔ بے نتیجہ اور بے اثر ثابت ہو چکی ہیں۔ اور ہندو دھرم کو تنزل سے بچانے کے لئے کوئی کوشش کارگر ثابت نہیں ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب کو زندگی بخشنا انسانی طاقت اور قوت سے بہت بلند و بالا بات ہے۔ اگر ساری دنیا بھی جمع ہو کر یہ چاہے۔ کہ کسی ایسے مذہب کو جو مردہ ہو چکا ہو۔ زندہ کرے۔ تو یہ ناممکن ہے۔ مردہ کو زندہ کرنا خدا تعالےٰ ہی کا کام ہے۔ آریوں کو یہ تو تسلیم ہے۔ جیساکہ مذکورہ بالا ایک اقتباس سے ظاہر ہے کہ ہندو دھرم مردہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ بھی مانتے ہیں۔ کہ دیانند جی بھی ہندو دھرم میں کشش پیدا نہیں کر سکے۔ اور نہ ہندوؤں کو تنزل سے محفوظ کر سکے ہیں۔ پس واضح ہوگیا۔ کہ دیانند جی کی سعی اور کوشش بھی ہندو دھرم کو زندہ نہیں کر سکی۔ اور وہ اب بھی مردہ کا مردہ ہی ہے۔ پھر اس کے لئے وہ خواہ ہزار چیخیں چلائیں کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور آخر خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ کی جو اسلام کی صداقت تمام مذاہب پر ثابت کرنے اور صرف اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دینے کے لئے آیا۔ یہ بات پوری ہوکر رہے گی۔ کہ ویدک دھرم کچھ ہی عرصہ کا مہمان ہے۔

گاندھی جی اور ڈاکٹر مونجے

گاندھی جی کی ۲۱ روزہ فاقہ کشی کا اس سے بڑھ کر شاندار نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر مونجے نے ہندو مہاسبھا کے ذمہ دار رکن کی حیثیت سے ان کی غلطیوں کی جو فہرست بر سر عام پیش کی۔ اس میں یہ بھی درج ہے۔ کہ "گاندھی جی نے ہندوؤں میں دو غلط خیال پیدا کر دیئے ہیں۔ اولاً یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سوراج حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ثانیاً یہ کہ ہندوستان کی سیاسی نجات کے لئے اچھوتوں کو ترقی دے کر مساوی درجہ پر لانا ضروری ہے"۔

ڈاکٹر مونجے نے یہ صرف اپنا ہی خیال ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ "مہاسبھا ان دونوں نظریوں کو غلط قرار دیتی ہے۔ اور جس طرح وہ ہندو مسلم اتحاد کی ہر سعی کے خلاف ہے۔ اسی طرح میثاق پونا کی بھی مخالف ہے"۔

ہندو مسلم اتحاد کے خیالی منصوبوں کو تو خود گاندھی جی بھی مدت ہوئی دماغ سے نکال چکے ہیں۔ البتہ اچھوتوں سے ہمدردی اور خیر خواہی ظاہر کرنا وہ اپنی زندگی کا واحد مقصد بتاتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے حال میں فاقہ کشی اختیار کی تھی۔ اس کے خلاف مہاسبھا کا کھڑا ہونا بتاتا ہے۔ کہ گاندھی جی اچھوتوں کو جو دم دلاسے دیتے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ ہندو اچھوتوں کو انسانیت کے درجہ میں اپنے مساوی سمجھنے لگیں۔ خواہ گاندھی جی فاقہ کشی

آریوں اور ہندوؤں میں اختلافات

آریہ صاحبان احمدی مبلغین کے زبردست اعتراضات اور ان کی مدلل نکتہ چینی کی تاب نہ لاکر ایک عرصہ سے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے چلے آرہے ہیں۔ کہ وہ آریوں کے مقابلہ میں کسی احمدی مبلغ کو کھڑا نہ کیا کریں۔ اس مشورہ کی تہ میں جو بات کام کر رہی ہے۔ چونکہ مسلمان اُسے خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے آریوں کو اس بارے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر وہ اس مشورہ کو موقع بے موقع پیش کرتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ پرکاش ۲۸ مئی لکھتا ہے:-

"ہمارے مسلمان دوست ..... کسی بھی اسلامی پلیٹ فارم سے کسی مرزائی کو کسی آریہ سماجی سے مناظرہ کے لئے کھڑا نہ کریں"۔

آریہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ چونکہ احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے عقائد میں فرق ہے۔ اس لئے وہ اسلام کی طرف سے پیش نہیں ہو سکتے۔ لیکن حیرت ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جس دھرم کے وہ خود مدعی ہیں۔ اس کے راسخ الاعتقاد پیروؤں کے ساتھ عقائد کے معاملہ میں ان کا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اس فرق کا وہ خود اعتراف کرتے ہیں چنانچہ پرکاش کا ہی دوسرا بھائی پرتاپ ۸؍جون لکھتا ہے:-

"رشی دیانند کے پیش کردہ دھرم اور موجودہ دھرم میں اور بھی اختلافات ہیں۔ لیکن سب سے بڑا اختلاف یہ ہے۔ کہ جہاں موجودہ ہندو دھرم نے اپنا دروازہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لئے بند کر رکھا ہے۔ وہاں رشی نے ویدک دھرم کا دروازہ منشیہ ماتر کے لئے کھول دیا"۔

پس جب ہندوؤں اور آریوں میں اس قسم کے اختلافات موجود ہیں تو پھر آریوں کو بھی کوئی حق نہیں۔ کہ اپنے آپ کو ہندو دھرم کے ٹھیکہ دار ظاہر کیا کریں۔

قیامت کا خوف

پچھلے دنوں انگلستان کے ایک جوتشی کی یہ بڑا اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ کہ ۱۲؍جون کو زمین و آسمان زیر و زبر ہو جائیں گے۔ اور دنیا میں قیامت آجائیگی۔ یہ تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی۔ چرچا بڑھتا گیا۔ اور بارہ[۱۲] تاریخ کے متعلق مختلف شہروں کی اطلاعات مظہر ہیں کہ لوگ بیحد خوف و ہراس میں مبتلا تھے۔ اور ظاہری تدابیر اختیار کرتے ہوئے اپنے اپنے عقیدہ کے رو سے خدا تعالےٰ کی طرف بھی رجوع کر رہے تھے۔ کاش یہ لوگ جو ایک انسان کی دماغی اختراع سے اس درجہ متاثر ہوئے۔ وہ قیامت کے اس نقشہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاکر روحانی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے

احمدیت پر اعتراضات کے جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں آپ کی عمر

اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر آپ کی اپنی تحریروں سے الہام الٰہی کے مطابق ثابت ہوتی ہے۔ ابتدا میں میں یہ ثابت کر چکا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ وحی کے الفاظ ۷۴ سے ۸۶ تک عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ اس لئے جب آپ کی عمر ۷۴ برس سے زیادہ اور ۸۶ سے کم ثابت ہو جائے تو آپ کی دونوں پیشگوئیاں کہ ۷۴ سے کم اور ۸۶ سے زیادہ نہ ہوگی ثابت ہو جاتی ہیں۔ آپ نے کئی موقعوں پر فرمایا ہے۔ کہ چالیس برس کی عمر میں میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو چکا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

(ا) ولما بلغت اشد عمری و بلغت اربعین سنة جاءتنی نسیم الوحی بریا عنایات ربی لیزید معرفتی و یقینی و یرتفع حجبی و اکون من المستیقنین" (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸)

(ب) "جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا" (تریاق القلوب ص ۶۸)

(ج) تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۰۵)

پس ہمیں آپ کی تحریروں سے یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ سلسلہ الہامات کے شروع ہونے کے وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ سلسلہ الہامات کب سے شروع ہوا۔

(۱)

حضور فرماتے ہیں۔ "یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اسکو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۹، ۲۰۰)
یعنی ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر چالیس برس ہو چکی تھی۔ اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ اس لئے حضور کی عمر ۴۰ + ۳۶ = ۷۶ برس ثابت ہوئی۔

(۲)

لیکن حضور نے نزول المسیح ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ پر اپنے بعض الہامات کا سن نزول ۱۸۶۸ء تحریر فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے معلوم ہوا۔ کہ ۱۸۶۸ء میں آپ کی عمر ۴۰ چالیس سال تھی۔ اور اس کے ۴۰ سال بعد ۱۹۰۸ء میں حضور کا وصال ہوا۔ اس لئے ۴۰ + ۴۰ = ۸۰ لیکن قمری حساب میں چونکہ ۳۶ سال کے بعد ایک سال کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ۷۲ سال میں دو سال کا اضافہ ہوا۔ لہٰذا بوقت وفات آپ کی عمر ۸۲ برس کی ہوئی۔

(۳)

معترض صاحب نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عبارت ایسی لکھدی ہے۔ جس سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے۔

"ثمانین حولا او قریبا من ذلک او تزید علیه سنینا و تری نسلا بعیدا"۔ یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی۔ یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اسقدر عمر پائے گا۔ کہ ایک دور کی نسل دیکھ لیگا اور یہ الہام قریباً پینتیس ۳۵ برس سے ہو چکا ہے۔" (اربعین نمبر ۳ ص ۲۹ و ۳۰ طبع اول نیز ضمیمہ تحفہ گولڑویہ طبع دوم ص ۲۹)

اس الہام کے وقت حضور کی عمر جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ ۴۰ برس تھی۔ اس الہام کے ۳۵ سال بعد ۱۹۰۰ء میں کتاب اربعین تالیف ہوئی اور ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی۔ لہٰذا کل عمر بوقت وفات ۴۰ + ۳۵ + ۸ = ۸۳ لیکن قمری حساب سے ۸۵ سال ہوئی۔

(۴)

انجام آتھم حاشیہ ص ۴ پر فرماتے ہیں۔ آتھم کی عمر قریباً میرے برابر تھی۔ ایسا ہی ص ۲۰۶ پر فرمایا۔

کمثلی کان فی عمره وسن - سمین الجسم ابعد من هزال

یعنی آتھم عمر میں میرے برابر تھا۔ اور موٹا جسم رکھتا تھا۔ اور کمزوری سے دور تھا۔

پھر اعجاز احمدی ص ۳ پر آتھم کی عمر کی تعیین بھی فرمادی:-
"مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو۔ تو اس کے پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو۔ کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی۔"
آتھم کی وفات کی بابت فرما چکے ہیں۔ کہ "مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہو گئے ہیں۔" (انجام آتھم ص ۱)
پس معلوم ہوا۔ کہ ۱۸۹۶ء میں حضور کی عمر ۶۴ برس کے قریب تھی۔ اس لئے بوقت وفات ۶۴ + ۱۲ = ۷۶ لیکن قمری حساب سے ۷۸ برس ہوئی۔

(۵)

وقد بلغنا تحت تجاربها الی ستین (انجام آتھم ص ۲۸۴)

اس میں اپنی عمر ۶۰ برس فرمائی ہے۔ اس لئے ۶۰ + ۱۲ = ۷۲ بحساب قمری پورے ۷۴ سال بنی۔

(۶)

انوار الاسلام جو ۱۸۹۴ء کی تصنیف ہے۔ اس کے حاشیہ ص ۳۶ پر فرماتے ہیں:- "ہم اپنے سچے اور کامل خدا پر توکل کر کے کہتے ہیں۔ کہ ہم بغیر الٰہی کام پورا کرنے کے مر ہی نہیں سکتے۔ اور اگرچہ عمر ساٹھ برس تک پہنچ گئی۔ لیکن ہم اس کے فضل سے جیئیں گے جب تک دینی خدمت کا کام پورا نہ کریں۔"
اس تحریر کے ۱۴ سال بعد حضور کا وصال ہوا۔ اس لئے ۶۰ + ۱۴ = ۷۴ اور قمری حساب سے ۷۶ برس عمر ہوئی۔

(۷)

اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ کے ص ۲ پر جو ۱۸۹۴ء میں نکلا۔ آتھم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-
"اگر آپ ۶۴ برس کے ہیں۔ تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی۔"
اس لحاظ سے بھی ۶۰ + ۱۴ = ۷۴ قمری کے دو ملانے سے ۷۶ برس ہوئی۔

(۸)

ایسا ہی ۱۸۹۴ء میں اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ کے ص ۱ پر آتھم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے۔ اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھ لیگا۔" اس سے بھی آپ کی عمر ۷۴ اور قمری حساب سے ۷۶ سال ہوتی ہے

(۹)

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ پر فرمایا:-
"اب میری عمر ۷۰ برس کے قریب ہے۔ اور تیس برس کی مدت گذر گئی۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی۔ کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی۔ اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔"
کتاب مذکور اپریل ۱۹۰۵ء کی تالیف شدہ ہے۔ جیسا کہ ص ۱۲۰ پر شعر ؎ اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد الخ کے نیچے لکھا ہے۔ "تاریخ امروز ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء" اس لئے بوقت وفات آپ کی عمر ۷۰ + ۳ = ۷۳ اور قمری حساب سے ۷۵ برس ہوئی۔

(۱۰)

کسی شخص نے حضور سے سوال کیا۔ کہ "حضور کی عمر اس وقت کس قدر ہے"۔ جواب میں فرمایا:-
"عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اب اس وقت جو سن ہجری ۱۳۲۳ ہے۔ میری عمر ستر ۷۰ برس کے قریب ہے۔ واللہ اعلم" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۳)
اس حساب سے بھی بوقت وفات آپ کی عمر ۷۴ برس بنتی ہے۔

(۱۱)

ایسا ہی کتاب مذکور کے ص۱۰۵ پر منظوم کلام میں فرمایا ؎

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہے اب تیسواں دعوے پہ ازروئے شمار
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیٔ ربانی سے پایا افتخار

یعنی اپریل ۱۹۰۵ء میں آپ کی عمر ساٹھ سال سے اوپر تھی۔ چالیس برس کی عمر میں دعویٰ کیا ہے اور دعوے پر تیس برس ہو چکے ہیں اس لئے بوقت وفات ۴۰ + ۳۰ + ۳ = ۷۳ اور بحساب قمری ۷۵ برس عمر ہوئی۔

(۱۲)

ڈوئی امریکن کے خلاف ایک اشتہار میں فرمایا:۔

"میں ایک آدمی ہوں جو پیرانہ سالی تک پہنچ چکا ہوں۔ میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال سے بھی کچھ زیادہ ہے (ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء ص۳۴۶) اس کے چھ سال بعد آپ کا وصال ہوا۔ لہذا ۶۶ + ۶ = ۷۲ قمری حساب سے پورے ۷۴ سال ہوئی۔

(۱۳)

ایسا ہی ریویو بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء ص۴۷۹ پر لکھا ہے "میری عمر ستر سال کے قریب ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر ڈوئی صرف ۵۵ سال کی عمر کا ہے"۔ اس کے بعد آپ ۵ برس زندہ رہے۔ اسلئے ۷۰ + ۵ = ۷۵ اور بحساب قمری ۷۷ برس عمر ہوئی۔

(۱۴)

"میری طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا۔ جسمیں یہ فقرہ ہے۔ کہ میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں۔ اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ پچاس برس کا جوان ہے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۷)

اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۷۵ برس لیکن قمری حساب سے ۷۷ ہوئی۔ آخر پر میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ بذریعہ الہام بتایا گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر ۷۴ اور ۸۶ کے درمیان ہوگی۔ اور الہامات کے ذریعہ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس عمر کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ پوری ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اوپر کے وفات والے الہامات اس پر شاہد ناطق ہیں۔

مخالفین کی تحریروں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی عمر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں پیش کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند حوالجات مخالفین کے بھی پیش کر کے بتا دیا جائے۔ کہ ان کے لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مطابق الہام ثابت ہوتی ہے۔

(۱)

پنڈت لیکھرام ۱۸ مارچ ۱۸۹۶ء کے ایک اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت لکھتا ہے۔

"جب پچاس سال تک محروم تو اب کیا مقسوم" آگے لکھتا ہے:۔

"پچاس سال کی عمر ہو چکی"۔ (کلیات آریہ مسافر ص۴۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۴ء)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۲ برس اور چند ماہ زندہ رہے۔ اس لئے آپ کی عمر بحساب قمری ۷۴ سے بھی زیادہ ہوئی۔

(۲)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے رسالہ اشاعت السنۃ ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا تھا۔

"۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے"۔ اس کے بعد حضور پندرہ برس زندہ رہے۔ اس لئے ۶۳ + ۱۵ = ۷۸ لیکن قمری حساب سے ۸۰ برس آپکی عمر ہوئی۔

(۳)

تیسری شہادت ملک محمد دین صاحب افسر انہار ریاست بہاولپور کی ہے جن کا خط اخبار بدر جلد ۸ ع۵ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۰۸ء ص۸ پر شائع ہوا۔ اور جو یہ ہے۔

"جناب من! تسلیم۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی قدس سرہٗ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کی عمر کی نسبت بلحاظ پیشگوئی ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک او نزد علیہ۔ مختلف اخبارات میں یہ درج ہوا ہے۔ کہ وہ اس عمر تک نہیں پہنچے۔ کہ جس سے صداقت پیشگوئی مذکورہ بالا کی ہو سکے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ روزانہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے حضرت کی وفات کا نوٹ لکھتے ہوئے آپ کی عمر ۶۶ سال کی درج کی۔ مگر میں نے اس کی تصحیح پھر اسی اخبار میں نہیں دیکھی۔ عوام الناس عموماً آپ کی عمر ۶۶ یا ۷۰ سال ظاہر کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی کہ پیشگوئی غلط نکلی۔

میں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی۔ نہ میں ان احمدیوں میں سے ہوں۔ کہ جن کی شہادت کو مبنی بر حسن عقیدت خیال کیا جائے پس میں ایک شہادت دینا چاہتا ہوں۔ جس کو ایک ایسے شخص کی شہادت سمجھنا چاہیئے۔ جو کسی جنبہ داری سے متاثر نہیں۔

میں مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا شاگرد ہوں۔ اور جسقدر تھوڑی بہت تحصیل دین میں نے کی۔ اس کا اکثر حصہ صاحب موصوف سے پایا۔ اور مولانا صاحب موصوف کے تلمیذ عزیز ہونے کی مجھے سعادت حاصل ہے۔ ۱۸۹۱ء میں جو مباحثہ مابین مولانا صاحب موصوف اور مولانا مولوی نورالدین صاحب بمقام لاہور بمواجہ مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی اور قاضی خلیفہ حمیدالدین صاحب لاہوری جلسہ عام میں متعلق وفات مسیح علیہ السلام ہوا تھا۔ اس میں کاتب روئیداد جلسہ میں تھا۔ اور مجھے خود مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس کام پر مامور فرمایا تھا۔ اس روئیداد کو انہوں نے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا اور ایک نوٹ اس رسالہ میں میری نسبت دیا تھا۔ جس کے الفاظ غالباً یہ ہیں:۔

"یہ علی گڑھ کالج میں بی اے کلاس کے طالب علم ہیں۔ اور ہمارے تلمیذ عزیز ہیں اوصلہ اللہ الی ما یتمناہ"۔

اس سے میری مراد یہ ہے۔ کہ میں شروع سے دعوئے حضرت مرزا صاحب کی نسبت مخالفانہ دلچسپی لینے والا شخص ہوں۔ لیکن بایں ہمہ میں حق کو چھپانا نہیں چاہتا۔ ۱۸۹۱ء کے حصہ اولین میں جب حضرت مرزا صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ اور اپنے دعویٰ کے متعلق انہوں نے مباہلۂ عام علماء دہلی سے کرنا چاہا۔ تو وہ کسی نواب صاحب کے مکان پر فروکش تھے۔ میں بھی مجلس مباہلہ کی کارروائی کو دیکھنے کے لئے علیگڈھ کالج سے رخصت لے کر آیا مباہلہ تو نہ ہوا۔ کیونکہ علماء نے جہاں تک مجھے یاد ہے۔ وہ شرط پوری نہ کی جس پر حضرت مرزا صاحب اصرار فرماتے تھے۔ یعنی یہ کہ قبل از ابتہال آپکا دعویٰ سن لیا جائے۔ مگر میں اس مکان پر جہاں آپ فروکش تھے۔ قریب شام کے گیا اور آپؑ سے ملاقی ہوا۔ میں نے آپؑ سے بہت سوالات کئے اور جوابات پائے۔ میں تنہائی میں آپ سے ملا تھا میں نے اس وقت آپ سے یہ بھی دریافت کیا۔ کہ آپ کی عمر اب کیا ہے؟ تو مجھے بخوبی یاد ہے۔ کہ آپ نے ۶۴ یا ۶۵ سال بتائی تھی۔

اس حساب سے ٹھیک ۱۷ سال بعد جناب مرزا صاحب فوت ہوئے تو آپ کی عمر ۸۱ یا ۸۲ سال قرار پائی۔ (اور قمری حساب سے ۸۳ یا ۸۴ ہوئی۔ پس فقرہ او نزد علیہ ٹھیک ثابت ہوا۔

جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ستمبر ۱۹۰۸ء میں بہاولپور تشریف لائے۔ تو میں نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ آپ کی عمر کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں ۷۰ سال کا ہوں اور ابھی بفضلہٖ تعالیٰ مضبوط ہوں۔ پھر دوسرے موقع پر انہی ایام میں میں نے پوچھا کہ جناب مرزا صاحب آپ سے کسقدر بڑے تھے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ میں بالکل لڑکا تھا۔ جب وہ طب پڑھا کرتے تھے اور جوان عمر تھے۔ مجھ سے ۸ یا ۹ سال بڑے ہوں گے۔ اس تخمینہ میں جہاں ۸ - ۹ سال بتائے گئے ہیں وہاں ۹ - ۱۰ بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن کچھ ہو۔ مولانا صاحب کے بیان کے موافق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک کی پوری صداقت ہوتی ہے۔ ھٰذا ما اقول صادقاً واللہ علیم بذات الصدور۔ والسلام

خاکسار ملک محمد دین افسر انہار ریاست بہاولپور

(۴)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: "آئندہ کو آپ کے خاندان میں سے جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو (جیسے خود بدولت بھی ہیں)" تفسیر ثنائی جلد ۲ حاشیہ ص۱۰۴ مطبوعہ ۱۸۹۹ء۔ اس تحریر کے ۹ سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ اس لئے ۷۰ + ۹ = ۷۹ قمری حساب سے ۸۱ برس اور "متجاوز" کا لحاظ رکھنے سے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

(۵)

پھر اخبار اہلحدیث مورخہ ۳ مئی ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں: "مرزا صاحب

بقیہ ص۹ پر

417

فتح شام وبیت المقدس

عراق کے اندر مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر ۱۶ھ تک کیا جا چکا ہے۔ اور معرکہ جلولا بیان ہو چکا ہے۔ اس کے بعد پھر ہم علاقہ شام کی طرف آتے ہیں۔ کیونکہ عراقی فتوحات کے تذکرہ کی وجہ سے علاقہ شام کے قریباً دو سال کے حالات بیان نہیں ہو سکے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس عرصہ کے تمام وہ حالات جو شامی علاقہ میں پیش آئے بیان کر دیئے جائیں۔

سقوطِ حمص

فتح دمشق اور اس کے بعد فحل اور بیسان کے سقوط کے واقعات کسی گزشتہ پرچہ میں درج کئے جا چکے ہیں۔ اور اب مسلمانوں کی توجہ حمص کی طرف تھی۔ جو شام کے چھ اضلاع میں سے ایک ضلع تھا۔ اس شہر میں سورج دیوتا کا ایک مندر تھا۔ جس کی زیارت کے لئے بہت سے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ فتح حمص کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اور ذوالکلاع کے مقام پر جا کر پڑاؤ ڈالا۔ ہرقل شاہ روم نے توذر نامی ایک بطریق کو زبردست فوج دے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اور شمس بطریق کو بھی اس کی اعانت کے لئے وہاں پہنچنے کے احکام جاری کر دیئے۔ چنانچہ دونوں بطریقوں کی فوجی طاقت ذوالکلاع کے مقام پر جمع ہو گئی۔ اور معرکہ خیز جنگ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شمس بطریق حضرت ابو عبیدہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور رومی فوج میدان سے بھاگ نکلی۔ حضرت ابو عبیدہ نے آگے بڑھ کر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ ہرقل نے اہل حمص کو امداد بہم پہنچانے کی بہت کوششیں کیں۔ مگر کسی طور پر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے اہل حمص نے صلح کی درخواست کی۔ اور انہیں شرائط پر جو اہل دمشق نے منظور کی تھیں۔ ان کے ساتھ بھی صلح ہو گئی۔

حلب پر قبضہ

فتح حمص کے بعد مسلمانوں نے اس نواح کے تمام اہم مقامات یعنے حماۃ۔ شیرز۔ معرۃ۔ لاذقیہ۔ قنسرین وغیرہ وغیرہ میں سے بعض پر تو امن وامان کے ساتھ اور بعض پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہ نے حلب کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور حضرت عیاض بن غنم نے جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ حلب کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حلب نے بھی صلح کی درخواست کی۔ جو منظور کر لی گئی۔

انطاکیہ میں عیسائیوں کو شکست

اس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے انطاکیہ کا رخ کیا۔ جو رومی سلطنت میں ایک اہم حیثیت رکھتا۔ اور ہرقل کا ایشیائی دار السلطنت بھی تھا۔ اس لئے یہاں کافی فوج اور سامان حرب تھا۔ وہ تمام عیسائی جو مفتوحہ علاقوں سے بھاگے تھے۔ قریباً سب کے سب اسی جگہ پناہ گزین تھے۔ اسلامی لشکر کے پہنچنے پر عیسائیوں نے شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر پھر اندر چھپ گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ جس سے تنگ آ کر چند ہی روز میں مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی۔ جو منظور کر لی گئی۔ اور انہوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔

عیسائیوں کی بار بار بغاوت

مسلمان ابھی انطاکیہ میں ہی تھے۔ کہ خبر پہنچی۔ کہ علاقہ حلب کے عیسائیوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اور بمقام معرہ مصرین مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ اس طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں بہت سخت جنگ ہوئی۔ جس میں متعدد عیسائی اور رومی سردار مارے گئے۔ اور عیسائیوں نے پھر صلح کی درخواست کی جسے مسلمانوں نے اپنی صلح پسندی کی عادت سے مجبور ہو کر منظور کر لیا ابھی صلحنامہ کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ کہ انطاکیہ میں بغاوت کی اطلاع موصول ہوئی۔ مگر وہاں پر جو اسلامی فوج موجود تھی۔ اسی نے اسے دبا دیا۔ اور انہوں نے پھر پہلی ہی شرائط پر صلح کی درخواست کی چنانچہ صلح ہو گئی۔

عیسائیوں کی شرارتوں کا انسداد

ان حالات کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں لکھا۔ کہ عیسائیوں کا کوئی انتظام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بار بار بغاوت کرتے ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے لکھا۔ کہ عیسائیوں کے مرکزی شہروں اور قصبوں میں مستقل طور پر فوجی دستے متعین کر دیئے جائیں جنکی تنخواہ بیت المال سے ادا کی جایا کرے گی۔

بیت المقدس کا محاصرہ

شام میں یہ تمام انتظامات کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہ اب فلسطین کی طرف متوجہ ہوئے۔ قیصر روم نے ارطبون نامی بطریق کو جو زبردست سپہ سالار تھا۔ اجنادین کے مقام پر فوج جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے اسے تین حصوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک تو بیت المقدس میں تعینات کیا۔ دوسرا رملہ میں اور تیسرا اجنادین میں ہی اپنی زیر قیادت محفوظ رکھا۔ مسلمانوں نے بھی ہر ایک کے مقابلہ کے لئے افواج روانہ کر دیں۔ علقمہ بن حکیم فراسی کو بیت المقدس بھیجا گیا۔ اور ابو ایوب المالکی کو رملہ اور ارطبون کے مقابلہ کے لئے حضرت عمرو بن العاص اجنادین میں سخت خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں بہت سے عیسائی مارے گئے۔ اور ارطبون شکست کھا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ حضرت علقمہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن اسے شہر میں داخل ہونے کا رستہ دیدیا۔ اور کوئی مقابلہ نہ کیا۔ ارطبون کے بھاگ جانے کے بعد حضرت عمروؓ نے اجنادین اور شام کے ملحقہ علاقہ جات پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد اپنی فوجوں کو لے کر بیت المقدس کی طرف بڑھے اور تمام نواحی علاقہ کو سر کر لیا۔ بیت المقدس کا محاصرہ سختی سے جاری رہا۔ عیسائی محصورین بھی پورے استقلال کے ساتھ مدافعت کرتے رہے اتنے میں حضرت ابو عبیدہ بھی اپنی سپاہ کو لیکر وہاں پہنچ گئے

صلحنامہ کی ایک نئی شرط

اس سے عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور صلح کی سلسلہ جنبانی کرنے لگے مسلمانوں کی طرف سے صلحنامہ کے شرائط اگرچہ مقرر تھے جنمیں کسی قسم کے ردو بدل کی گنجائش نہیں تھی۔ تاہم بیت المقدس کے عیسائیوں نے ایک نئی شرط پیش کی۔ یعنی خلیفہ وقت خود آ کر ہمارے ساتھ عہد نامہ کرے۔

اگرچہ ان کی فوجی طاقت اسقدر نہ تھی۔ کہ ان کے حسب منشاء شرائط کو منظور کرتے ہوئے صلح کی جائے۔ ارطبون مصر کو بھاگ گیا تھا۔ بڑے بڑے رومی امراء مارے جا چکے تھے فوج منتشر ہو چکی تھی۔ اور عوام الناس سخت بددل ہو رہے تھے اس لئے جنگ کی صورت میں بھی شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانا یقینی تھا۔ لیکن مسلمانوں کی یہ خواہش تھی کہ جسقدر بھی ممکن ہو کشت وخون کے بغیر ہی کام بن جائے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں تمام واقعات من وعن تحریر کر دیئے۔ اس خط کے پہنچنے پر حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ جسمیں تمام اکابر صحابہ مدعو تھے۔ اور ان سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمانؓ آپ کے فلسطین جانے کے مخالف تھے۔ اور ان کی رائے تھی۔ کہ عیسائی اب مغلوب ہو چکے ہیں۔ اور ان کا زور بالکل ٹوٹ چکا ہے اب ایسی نازبرداریوں کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بخود شہر حوالہ کر دیں گے لیکن حضرت علیؓ کی رائے تھی۔ کہ آپ کو ضرور جانا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور فلسطین روانہ ہو گئے۔

دورانِ سفر میں سادگی

یہ سفر جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ طے ہوا۔ وہ عام طور پر مشہور خلائق ہے۔ اسی سفر میں یہ واقعہ ہوا۔ کہ آپ خود اونٹ پر سوار ہوتے۔ تو آپ کا غلام نکیل تھام کر آگے چلتا تھا۔ پھر آپ خود نکیل پکڑتے۔ اور غلام کو اونٹ پر سوار کر دیتے۔ مدینہ سے روانگی کی اطلاع مختلف علاقوں کے اسلامی سرداروں کو کر دی گئی تھی۔ اس لئے یزید بن ابی سفیان۔ ابو عبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید کے بعد دیگرے تزک واحتشام کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ انکی ٹھاٹھ اور شان وشوکت کو دیکھ کر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ دو ہی برس میں تم نے عجمیوں کی وضع قطع اختیار کر لی۔ اور اپنے قومی خصائص بدل ڈالے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے بتایا۔ کہ ان پوشاکوں کے نیچے جنگی لباس پنہاں ہے۔ اور ہم نے اپنے اخلاق اور وضع کو ہرگز تبدیل نہیں کیا۔ تو آپ کو تسلی ہو گئی۔ آپ نے جا کر جابیہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ اور رؤسائے بیت المقدس اسی مقام پر جمع ہوئے۔

عہد نامہ کی ترتیب

عہد نامہ مرتب کیا گیا۔ جس پر حضرت خالد بن ولید عمرو بن العاص۔ عبد الرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابو سفیان کے دستخط بطور گواہ ثبت کئے گئے۔ اہل شہر نے دروازے کھول دیئے۔ اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔ آپ پا پیادہ شہر میں داخل ہوئے

تحقیق الادیان

انجیل کے سنہری اصل پر ایک نظر

یسوع مسیح کا قول

"متی" اور "لوقا" میں یسوع مسیح کا ایک قول ان الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ "جو کچھ تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔" متی ۷/۱۲

"جیسا تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کرو۔" لوقا ۶/۳۱۔

عیسائیوں کو اس تعلیم پر بہت ناز ہے۔ اور وہ اپنی اصطلاح میں اسے سنہری اصل سے موسوم کرتے ہیں۔ ہمارا روئے سخن اسوقت اسی اصل کی طرف ہے۔

عیسائی کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر عمدہ تعلیم کسی اور مصلح اور ریفارمر نے پیش نہیں کی۔ اور یہ کہ "یسوع مسیح" یہ تعلیم دینے میں تمام دنیا میں منفرد ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس تعلیم کے بے نظیر ہونے کے بھی مدعی ہیں۔

قابل حل سوال

سب سے پہلے ہم اس سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا یہ تعلیم یسوع مسیح نے ہی دی۔ یا کسی اور مصلح نے بھی آپ سے پہلے یہ تعلیم بنی نوع انسان کو دی ہے۔ اگر ثابت ہو جائے۔ کہ آپ سے ہزارہا سال پہلے اپنے اپنے زمانہ میں مختلف ریفارمر یہ تعلیم دیتے چلے آئے۔ تو لازماً عیسائیوں کا یہ دعویٰ باطل ہو جائے گا۔

ہلّل کی تعلیم

اس غرض کے لئے جب ہم تحقیق کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں یسوع مسیح کے زمانہ کے قریب ولادت مسیح سے پہلے ایسے بہت سے مصلح پیدا ہو چکے تھے۔ جن کی وہی تعلیم تھی جو مسیح نے دی۔ چنانچہ ان میں سے ایک مشہور شخص ہلّل نامی قابل ذکر ہے۔ یہ شخص ہیرودیس کے عہد میں یروشلم میں رہتا تھا جائے پیدائش اگرچہ بابل تھی۔ مگر عنفوان شباب میں ہی یروشلم چلا آیا۔ اور چالیس سال اس نے تحصیل علوم میں صرف کئے۔ اپنی عمر کے آخر میں وہ اسرائیلی قوم کی روحانی تربیت میں مصروف ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہودیوں میں اسے امام تسلیم کیا جاتا رہا۔ اس کی تعلیم میں خصوصیت سے صلح اور امن پر زور دیا جاتا تھا۔ اور اس کے ذاتی چال چلن کی بھی بڑی خصوصیت حلم اور صلحکاری تھی۔ یہانتک کہ لوگ مثالوں میں کہنے لگ گئے۔ "آدمی کو ہمیشہ ہلّل کی طرح حلیم اور بردبار ہونا چاہیئے"۔ یسوع مسیح کا یہ سنہری اصل جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہے۔ درحقیقت اسی بزرگ کا ایک قول ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی غیر یہودی شخص نے ہلّل سے سوال کیا۔ کہ مجھے چند لفظوں میں یہودی مذہب کا خلاصہ بتلایا جائے انہوں نے جواب دیا۔ یہودی مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو بات تجھے ناپسند ہے۔ وہ تجھے بنی نوع انسان سے بھی نہیں کرنی چاہیئے یہ شریعت کا اصل ہے۔ باقی تمام باتیں اس کی تفسیر ہیں۔ اور یہی تعلیم ہے۔ جو بعد میں یسوع مسیح نے دی اور جسے عیسائیوں نے سنہری اصل قرار دے لیا۔ اگر سنہری اصل فی الواقع عمدہ تعلیم ہے۔ تو اس فخر کا حقدار ہلّل ہونا چاہیئے۔ نہ کہ یسوع مسیح۔

سنہری اصل کے متعدد سرچشمے

علاوہ ازیں اور مختلف لوگوں نے بھی بہت سی جستجو اور تحقیق کے بعد اس سنہری اصل کے بہت سے سرچشموں کا پتہ لگایا ہے چنانچہ مختصر فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

کانفیوشس کا سنہری اصل پانچ سو قبل مسیح یہ ہے:۔

"دوسرے آدمی سے ایسا سلوک کرو۔ جو تم چاہتے ہو۔ کہ وہ تمہارے ساتھ کرے۔ اور دوسرے آدمی سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ تجھے صرف اس قاعدہ کی ضرورت ہے۔ یہ باقی تمام قواعد کی بنیاد ہے۔"

ارسطو کا سنہری اصل ۳۸۵ قبل مسیح۔ "ہمیں دوسروں سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ جیسا ہم چاہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں۔"

پٹے کس کا سنہری اصل ۶۵۰ قبل مسیح:۔

"اپنے پڑوسی کے متعلق کوئی ایسا کام نہ کرو۔ جو تم خود اس کی طرف سے بُرا مناؤ گے۔"

یونانی حکیم بتے لینز کا سنہری اصل ۴۶۶ قبل مسیح:۔

"ایسا کام کرنے سے پرہیز کرو۔ جسکی وجہ سے تم دوسروں کو ملامت کرو گے۔"

سقراط کا سنہری اصل ۳۹۹ قبل مسیح۔

"دوسروں کے متعلق ایسا کام کرو۔ جو تم چاہتے ہو۔ کہ وہ تمہارے ساتھ کریں۔"

فیثاغورس کے پیرو سیکس ٹس کا سنہری اصل ۴۰۶ قبل مسیح

"جیسا تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارے پڑوسی تمہارے حق میں ہوں۔ ویسا ہی تم ان کے حق میں ہو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح اس زیر بحث اصل کے بانی نہیں۔ بلکہ یہ تعلیم گذشتہ بزرگوں کے پاکیزہ کلمات کا اعادہ ہے پس عیسائیوں کا یہ کہنا۔ کہ یسوع مسیح کا یہ سنہری اصل ہے۔ اور آپ نے ہی یہ تعلیم دی۔ کسی اور مصلح نے ایسی اعلیٰ تعلیم دنیا کے سامنے پیش نہیں کی۔ غلط ثابت ہو گیا۔

اب ہم عیسائیوں کے اس قول کو لیتے ہیں۔ کہ یہ سنہری اصل بہترین تعلیم ہے۔ جسمیں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اسمیں شبہ نہیں۔ یہ تعلیم اچھی ہے۔ مگر اسے بےنظیر قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ درحقیقت اس میں خود غرضی کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔ کیونکہ تعلیم یہ دی گئی ہے۔ کہ جسطرح تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ تمہارے ساتھ نیکی۔ خوش خلقی۔ شرافت۔ دیانت۔ امانت محبت پیار اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔ تمہارے حقوق کا خیال رکھیں۔ کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائیں۔ اس طرح تم بھی دوسروں کے ساتھ نیکی کرو۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ یہ جذبہ اگرچہ اچھا ہے۔ مگر خود غرضی سے خالی نہیں۔ اس میں یہ خیال غالب رہتا ہے۔ کہ میں دوسرے سے اسلئے نیکی کر رہا ہوں۔ کہ وہ بھی میرے ساتھ نیکی کریگا۔ گویا نیکی کو نیکی کے لئے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ نیکی اس لئے کی جاتی ہے۔ تا دوسرے کے ضرر سے انسان محفوظ رہے۔ یا دوسرے کے فوائد سے متمتع ہو۔ حالانکہ حقیقی نیکی یہ ہے۔ کہ ہم یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ لائیں۔ کہ لوگ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرینگے۔ وہ چاہے ہم سے برا سلوک ہی کیوں نہ کریں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان سے نیکی اور شرافت کے ساتھ پیش آئیں۔ پس چونکہ اس میں خود غرضی پائی جاتی ہے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بہترین تعلیم ہے۔

اسلامی اصل

تیسری بات عیسائیوں کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ اس سے بڑھکر عمدہ تعلیم اور کوئی نہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی غلط ہے۔ چنانچہ اس کے مقابل پر ہم اسلام کی تعلیم پیش کرتے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔ اے لوگو تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ نہ چاہے۔ جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ (بخاری)

یہ وہ تعلیم ہے۔ جو سنہری اصل سے ہزاروں درجے بڑھ کر ہے اسمیں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ تم جس سلوک کی دوسروں سے توقع رکھتے ہو۔ وہی ان کے ساتھ کرو۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ وہ دوسروں کے لئے چاہو۔ ایسی کئی باتیں ہوتی ہیں۔ جو انسان چاہتا ہے۔ کہ اسی کو حاصل رہیں۔ دوسرا ان میں شریک نہ ہو جائے۔ مثلاً درجہ عزت۔ آبرو۔ مال و دولت وغیرہ۔ مگر اسلام کہتا ہے۔ کہ جو شخص اگرچہ دوسروں سے حسن سلوک کرے۔ مگر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ دوسرے کے لئے نہیں کرتا۔ وہ مومن نہیں گویا اسلام نیکی کے معیار کو بہت بلند کرتا اور انسانی روح کو عظیم الشان ترقیات کی طرف لے جاتا ہے۔

پس اسلامی اصل میں قومی ترقیات کے لئے یہ گر بتلایا گیا ہے۔ کہ سب کے لئے یکساں محبت رکھو۔ اور ہر ایک کی ترقی کا خیال تمہارے دل میں رہے۔ مگر سنہری اصل میں صرف ذاتی خلق پر زور ہے۔ ان وجوہات سے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے۔ کہ اسلامی اصل کے مقابلہ میں سنہری اصل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

احمدی وکیل اور کشمیر کمیٹی

ملک برکت علی صاحب کے ایک بیان کی تردید

جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ کی طرف سے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت موصول ہوا ہے:-

ضرورت مضمون

ملک برکت علی صاحب نے بحیثیت عارضی سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی اخبارات میں ایک بیان شائع کیا ہے جس میں جماعت احمدیہ کے مقدس امام اور راقم الحروف پر بے جا نکتہ چینی کی ہے۔ ان کے بیان نے جو غلط معلومات پر مبنی ہے۔ بعض غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ میرا فرض ہے۔ کہ پبلک کو صحیح واقعات سے آگاہ کر دوں۔ میرے نزدیک اس جواب کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر ملک برکت علی صاحب ایسے سنگین الزامات اخبارات میں شائع کرنے سے پہلے اپنے احساس ذمہ داری اور معقولیت کا اظہار کرتے ہوئے ان لوگوں سے صحیح حالات کا علم حاصل کر لیتے جن پر وہ الزامات عائد کر رہے ہیں۔

ذاتی مفاد کی قربانی

مقدمہ سکھ چین پور میں میں ملزمان کی طرف سے وکیل تھا۔ اور تحریک کشمیر کے ابتدائی مراحل سے مجھے اس کے ساتھ عملی وابستگی رہی ہے۔ میں صاف طور پر یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگرچہ مظلوم مسلمانان کشمیر کی خدمت کا جو حصہ مجھ پر عائد ہوتا۔ میں اسے بخوشی سرانجام دیتا۔ لیکن مجھے کبھی اس بات پر آمادہ نہ کیا جا سکتا تھا کہ اپنی کامیاب پریکٹس کو بند کر دوں۔ اور ایک لمبے عرصہ کے لئے اپنی پیشہ ورانہ حیثیت سے الگ ہو جاؤں۔ میرے ایسا کرنے کی محرک وہ گہری روحانی وابستگی ہے۔ جو مجھے اپنے مقدس امام سے ہے۔ جنہوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت کو قبول کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو اس امر کا پابند کر دیا۔ کہ وہ کشمیر کمیٹی کے پروگرام کو ہر قیمت و ہر قربانی پر کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔ پس سلسلہ احمدیہ کی شاندار روایات کی بنا پر میں نے بشدت محسوس کیا۔ کہ اپنے ذاتی مفاد کو مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کے لئے قربان کر دوں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ کشمیر کے کام میں میرا انہماک کمیٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ درآنحالیکہ میں اپنے محبوب امام کے احکام کی تعمیل کر رہا تھا۔ مگر میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ اصحاب جنہوں نے تحریک کشمیر میں کوئی عملی حصہ لیا۔ کبھی ایسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی۔ کہ میں اپنے مقدس امام کے احکام کے ہی آگے سر تسلیم خم کرتا تھا۔ آپ کی ذات کے سوا کبھی میں نے کسی ادارہ کے ماتحت اپنے آپ کو محسوس نہیں کیا۔

ایک غلط بیانی کی تردید

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک برکت علی صاحب پریشان خیالی میں مبتلا ہیں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ کشمیر کمیٹی ہمیں مالی امداد دے رہی تھی۔ چونکہ یہ ایک ایسا اظہار خیال ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے۔ کہ ہماری خدمات بامعاوضہ تھیں۔ اس لئے میں بزور یہ کہنے پر مجبور رہا ہوں۔ کہ یہ امر قطعاً نادرست۔ گمراہ کن۔ بلکہ توہین آمیز ہے۔ جو خدمات میں نے سرانجام دیں وہ بلا بدل تھیں۔ اور اگر میرے دوست کا خیال اس کے برعکس ہو۔ تو انہیں جلد اس کی اصلاح کر لینی چاہئیے ہم نے بلا معاوضہ ملزمان کی قانونی امداد کی۔ اور میرے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی یا ملزمان کے درمیان کوئی ایسا تعلق نہ تھا۔ جو قانونی معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ ہاں ہمیں خورد و نوش کے لئے الاؤنس ملتا تھا۔

واپسی کی وجوہات

اب میں ملک برکت علی صاحب کے نہایت اہم الزام کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو ایک درخواست جس پر تیرہ ممبروں کے دستخط ثبت ہیں اس مضمون کی موصول ہوئی ہے۔ کہ آپ ایک اجلاس نئے عہدیداروں کے انتخاب کے لئے منعقد فرمائیں۔ اور یہ کہ بعض ایسے امور بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ جن کی بنا پر حضور کے لئے یہ ضروری ہو گیا۔ کہ آپ کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔ تو میں نے اسی وقت یہ ظاہر کر دیا۔ کہ اگر حضور کا استعفیٰ منظور ہو جائے۔ اور نئے عہدیدار منتخب ہوں۔ تو اس کا یقینی نتیجہ میری کارگذاری کا اختتام ہوگا۔ کیونکہ میرے نزدیک ان حالات میں جبکہ ذمہ داری دوسرے کندھوں پر منتقل ہو چکی ہو۔ جماعت احمدیہ کے افراد پر کسی غیر معمولی قربانی کی کوئی پابندی عائد نہیں ہو سکتی۔ میں نے خیال کیا اور اب بھی یہی خیال کرتا ہوں۔ کہ اس وقت ملک برکت علی صاحب جیسے اصحاب کو میدان عمل میں آنا چاہئیے۔ اور دنیا پر ظاہر کر دینا چاہئیے کہ ذاتی ایثار اور انفرادی مفاد کو جماعتی مفاد پر قربان کرنے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ اس طریق سے اس شکایت کا بھی ازالہ ہو جاتا۔ جو بعض حلقوں میں پائی جاتی تھی۔ کہ وہ اصحاب جنہیں مظلومین کشمیر کو قانونی امداد دینے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ وہ سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ غیر احمدی وکلاء کی خدمات حاصل کرنے کی تمام کوششیں اکارت گئیں۔ اور بامر مجبوری احمدی وکلاء سے کام لینا پڑا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے اپنا استعفیٰ چونکہ واپس نہ لیا۔ اس لئے مجبوراً اسے منظور کیا گیا۔ جب مجھے یہ اطلاع پہنچی۔ تو میں نے ملزمان کو ۳ دن کا نوٹس دیدیا۔ کہ وہ اپنا انتظام کر لیں۔ میں نے ایک قاصد کے ذریعہ بھی ایک اہم غیر حاضر ملزم کو اطلاع کر دی۔ اور ایک رجسٹری خط بھی بدیں غرض اس کے نام لکھا۔

ایک اور اہم امر جو میرا اس ضمن میں بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ نئے عہدیداران نے مکمل سکوت اختیار کر لیا۔ اور ہمیں یہ بھی اطلاع نہ ہوئی۔ کہ ان کا منشاء ڈیفنس کو جاری رکھنا ہے۔ اور یہ کہ وہ ہمارے خورد و نوش کے اخراجات کے متحمل ہونگے؟ یہ بالکل ایک طبعی بات تھی اگر ملک برکت علی صاحب دیانتداری سے یہ خیال کرتے تھے کہ ہم کشمیر کمیٹی کی طرف سے پیرو کار ہیں۔ تو انہیں چاہئیے تھا۔ کہ ہمیں ان امور سے مطلع کرتے۔ میں نے یہاں تک احتیاط کی کہ ملزمان کو ہدایت کی کہ وہ نئے عہدیداروں کو تار دیں۔ میرا خیال تھا۔ کہ اگر نئے عہدیداروں نے صفائی کا انتظام مناسب خیال کیا۔ تو شاید ان کی طرف سے کوئی درخواست ہمیں موصول ہو۔ اور ہم اپنے آئندہ طرز عمل کے متعلق کوئی فیصلہ کر سکیں۔ مگر تاروں کے متعلق بے اعتنائی برتی گئی۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوئے۔ کہ پالیسی بدل چکی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ تھی۔ کہ ملزمان کی دل ہلا دینے والی اپیل سے انتہائی بے اعتنائی برتی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے احکام

میں اپنے دوست ملک برکت علی صاحب کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان کے قابل اعتماد ذرائع قطعاً ناقابل اعتماد ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مقدمات سے واپسی کا کبھی کوئی حکم نہیں دیا۔

ہمارے ایک تار کے جواب میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے نام بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے ہمیں اطلاع دی۔ کہ ہم اپنے کام کو جاری رکھیں۔ جب تک کہ نئے عہدیدار اپنے طریق کار کا فیصلہ نہ کر لیں۔ اور یہ کہ ان کی یہ اطلاع حضرت اقدس کی ہدایات کے ماتحت تھی۔ لیکن چونکہ ہمیں واقعات کا صحیح اور بہتر علم تھا۔ اور جو تاریں ملزمان کی طرف سے بھیجی گئی تھیں۔ وہ

بے اعتنائی کی نذر ہوگئیں۔ اور نئے عہدیداروں کی طرف سے ہمیں یہ گارنٹی بھی موصول نہ ہوئی۔ کہ وہ ہمارے خوردنوش کے اخراجات کے کفیل ہونگے۔ نیز ان وجوہات کی بنا پر جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ واپس ہو جاؤں۔ مگر میں بمشکل ابھی گجرانوالہ پہنچا ہی تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے مجھے ہدایت موصول ہوئی۔ کہ میں میرپور جاؤں۔ مگر بوجہ لاہور میں ناگزیر پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کے تعمیل ارشاد سے قاصر رہا۔ یہ امر کہ میرے رفیق کار برادرم چودھری یوسف خاں صاحب مقدمہ علی بیگ میں اب تک ملزمان کی طرف سے پیروی کر رہے ہیں۔ اس الزام کے بطلان کے لئے کافی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ہمیں مقدمات سے واپسی کا حکم دیا۔

قابل اعتراض رویہ

وہ ملزمان جو میرپور کی عدالتوں میں زیر تجویز ہیں۔ ہر ہمدردی کے مستحق ہیں۔ اور میں بزور تمام مسلمانوں سے استدعا کروں گا۔ کہ وہ چندہ کی اپیل پر گرمجوشی کے ساتھ لبیک کہیں۔ لیکن اس غرض کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو جو کشمیریوں کے گذشتہ مصائب میں ان کے بہترین محسن ہیں۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس سے ملک برکت علی صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اعتراضات کا ہدف بنانا ناشکر گذاری کی انتہا ہے۔ اور مجھے بے حد افسوس ہے کہ ملک برکت علی صاحب نے ایسے قابل اعتراض رویہ سے اپنے نام کو داغدار کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ابھی وقت ہے کہ وہ اس بیان کی روشنی میں اپنے خیالات کی اصلاح کر لیں گے ؎

بقیہ مضمون صلہ

کہہ چکے ہیں۔ کہ میری موت عنقریب اسی سے کچھ نیچے اوپر ہے۔ جس کے سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں"

گویا ۱۹۰۷ء میں ہی مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضور کی عمر مطابق الہام الٰہی پوری ہو چکی ہے۔

(۶)

ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے چند ماہ پیشتر اپنے رسالہ "مرقع قادیانی" بابت ماہ فروری ۱۹۰۸ء صلہ پر آپ کی عمر کے متعلق بڑا لمبا چوڑا حساب کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل پچھتر ۷۵ سال ہے"

اس کے بعد پھر اخبار اہلحدیث ۳۱ر جولائی ۱۹۰۸ء کے صلہ کالم ملہ پر لکھا:-

"خود مرزا کی عمر بقول اس کے پچھتر ۷۵ سال کی ہوئی"

غرضیکہ مخالفین احمدیت بھی یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مطابق الہام کے ہو چکی ہے۔

یہ امور پیش کرنے کے بعد ہم انصاف پسند اصحاب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ کیا ان کی موجودگی میں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی عمر ۶۶ یا ۷۰ سال سے کم ہوئی۔ درست ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔ والسلام

خاکسار

سید احمد علی آف گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ

وصیتیں

۳۹۱۲ :- منکہ فیض محمد ولد مستری خیر دین قوم چغتہ مغل پیشہ معماری عمر ۳۶ سال قریبًا تاریخ بیعت ۱۹۰۹ء ساکن پکھو کے ستریان ڈاکخانہ ڈیرہ بابا نانک تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور آج مورخہ ۲۲ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان واقعہ پکھو کے ستریان پختہ و خام قیمتی چار سو روپیہ جس کا میں نصف کا مالک ہوں۔ اور نصف میرے بھائی مستری کرم دین مرحوم کا ہے۔ ایک قطعہ زمین زرعی واقعہ موضع مذکور جو قریبًا تین کنال ہے۔ اور ہمارے پاس بطور رہن بعوض ۱۷۵ روپیہ ہے۔ جس کا میں ⅓ حصہ کا مالک ہوں۔ اور باقی دو حصے میرے بھائیوں مستری فضل دین مستری کرم دین مرحوم کے پاس ہیں۔ ایک دوسرا قطعہ زمین زرعی جو موضع مذکور میں ہی ہے۔ جس کا رقبہ قریبًا ایک کنال ہے۔ جو ہم تینوں بھائیوں کا مشترکہ ہے۔ جس میں کہ میں بھی ⅓ حصہ کا مالک ہوں۔ وہ ہمارے پاس مبلغ ۱۰۹/- روپیہ میں ہے۔ اور نقد روپیہ جو اس وقت میرے پاس ہے۔ ۱۳۲/- روپیہ ہے۔ اس کل جائداد کی قیمت ۲۱۵/۴ ہے۔ اس کے ⅒ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت قریبًا ۱۵ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔

العبد :- فیض محمد بقلم خود - گواہ شد :- مولوی عبد اللہ صاحب مولوی فاضل سکرٹری انجمن احمدیہ ڈیرہ نانک - گواہ شد :- بشیر محمد سکرٹری تبلیغ ڈیرہ نانک

۴۲۶۱ :- منکہ بشیر احمد خاں ولد وزیر خاں قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور حال وارد دہلی۔ آج مورخہ ۱۴ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد ستر روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔ المرقوم مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء

العبد :- بشیر احمد خاں احمدی بقلم خود کلرک ڈاک خانہ دہلی

گواہ شد :- غلام حسین احمدی بقلم خود سکرٹری وصایا انجمن احمدیہ دہلی۔

گواہ شد :- محمد عمر احمدی دفتر چیف کمشنر صاحب دہلی

۴۲۲۸ :- منکہ محمد بخش ولد خدا بخش قوم ارائیں عمر ۶۷ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۲۱ء ساکن سنور ڈاکخانہ خاص ضلع ریاست پٹیالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کل جائداد منقولہ مالیت ۳۰۰/- روپیہ ہے۔ اول مکان سکنی قیمتی ماعہ روپیہ اور اراضی زرعی بیگہ خام قیمتی ماعہ کی ⅒ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہ دینے حساب مبلغ ۳۰ روپیہ جائداد مذکور کے قابل ادائیگی ہوتے ہیں۔ جس کے مبلغ ۳۰ روپیہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قصبہ سنور میں بتاریخ یکم پوہ سمت ۱۹۸۹ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء داخل کر کے رسید نمبری ۶۵ حاصل کر چکا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی اور جائداد پیدا یا میرے مرنے کے بعد معلوم ہوگی۔ تو اس کی بھی اسی قدر حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لہذا یہ چند کلمے بطریق وصیت لکھ دیئے۔ کہ سند رہے۔ العبد :- محمد بخش ولد خدا بخش موصی - گواہ شد :- قریشی محمد حسین بقلم خود -

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اسیران انڈیمان کے متعلق بعض ممبران اسمبلی کا ایک وفد ۱۳ جون کو شملہ میں ہوم ممبر حکومت ہند سے ملاقی ہوا۔ اور ایک یادداشت پیش کی۔ کہ شکوک و شبہات کو دور کرنے کی خاطر اسیروں کی صحت کے متعلق گاہے گاہے اعلانات شائع کئے جائیں۔ نیز حال کے واقعات کے متعلق ایک غیر جانبدار کمیشن کے ذریعہ تحقیقات کرائی جائے۔ ہوم ممبر نے وعدہ کیا ہے کہ ایک بیان شائع کر دیا جائیگا۔

مسٹر مترا نے اسمبلی میں یہ ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ یہ اسمبلی گورنر جنرل سے سفارش کرتی ہے کہ انڈیمان میں جو پولیٹیکل قیدی ہیں۔ انہیں واپس بلا لیا جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ اسمبلی کے سب ممبر اس پر متفق نہیں ہیں۔

اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک ممبر نے یہ قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ یہ اسمبلی ملک معظم کی حکومت کو آگاہ کر دینا چاہتی ہے۔ کہ ہندوستان کسی ایسے آئین کو منظور نہیں کریگا۔ جس میں مرکزی ذمہ داری اور فوج و فنانس پر مکمل کنٹرول نہ دیا جائے گا۔

دہلی کے ایک تاجر حاجی محمد رفیع الدین صاحب کا حال میں انتقال ہوا ہے۔ آپ نے جامعہ ملیہ دہلی کو ایک لاکھ اور بعض دوسری انجمنوں کو ۷۵ ہزار روپیہ دئے جانے کی وصیت کی ہے۔

جموں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اعلان کیا ہے کہ جو بچے اور عورتیں جلوس وغیرہ نکالیں گی۔ ان کے سرپرستوں یا خاوندوں سے ان کے متعلق باز پرس کی جائیگی

ہندو مہاسبھا نے بہاولپور میں ہندوؤں کی مفروضہ شکایات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ جس کے صدر رائے بہادر بخشی سوہن لعل تھے۔ آپ نے بہاولپور گورنمنٹ سے ریاست میں داخلہ کی اجازت طلب کی۔ جس کے جواب میں انہیں مطلع کیا گیا ہے کہ حکومت آپ کے اس حق کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ آپ ریاستی معاملات میں مداخلت کر سکتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے اجلاس میں ۱۳ جون کو ایک سوال کے جواب میں وزیر ہند نے کہا کہ پارلیمنٹری کمیٹی میں شرکت کے لئے کسی گورنر یا ممبر کونسل کو رخصت نہیں مل سکتی

وائنا سے ۲ جون کی اطلاع ہے کہ آسٹرین پولیس نے نازیوں کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ دوران تفتیش میں اسے ایک خفیہ کارخانہ کا سراغ ملا ہے۔ جس میں اسلحہ جات اور بارود تیار ہوتا تھا۔ کل نازیوں نے کئی سرکردہ سرکاری حکام اور وزراء پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ گورنمنٹ نے نازی سوشلسٹ لیگ کو خلاف قانون قرار دیدیا ہے۔ اور آسٹریا میں ان کے تمام مراکز بند کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

بنگال گورنمنٹ نے معاصر ایڈوانس کلکتہ کے پرنٹر و پبلشر اور پریس سے دو دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے۔ کیونکہ اس میں سول نافرمانی کے التواء کے متعلق مولانا حسرت موہانی کا ایک قابل اعتراض بیان شائع ہوا تھا۔

شملہ سے ۱۳ جون کی خبر ہے کہ حکومت ہند عنقریب ایک کمیونک شائع کرنے والی ہے۔ جس کے رو سے ہندوستان اور انگلستان کے مابین ہوائی ڈاک کی شرح محصول میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ نیز سارے ہندوستان میں ارزاں ہوائی ڈاک کے کارڈ نافذ کر دئے جائیں گے

کانپور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک اجلاس میں [illegible] جون کو اختلاف آراء کی بناء پر سخت ہنگامہ بپا ہوا۔ اور ممبروں کے درمیان کشمکش اس قدر بڑھ گئی۔ کہ امن قائم کرنے کے لئے پولیس کو طلب کرنا پڑا۔

ایوان والیان ریاستہائے ہند کی سٹینڈنگ کمیٹی نے چار روز کے اجلاس کے بعد ۱۳ جون کو فیصلہ کیا کہ تمام ریاستیں فیڈریشن میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ ان کی خودمختاری کی گارنٹی کی جائے۔ اور ان کے داخلی امور کے متعلق انہیں چند خاص حقوق دئے جائیں۔ ایوان کے جو نمائندے پارلیمنٹری کمیٹی میں شرکت کے لئے گئے ہیں۔ انہیں اس فیصلے سے مطلع کر دیا گیا ہے۔

مسٹر ٹیپ سشن جج لاہور جو پنجاب ہائی کورٹ کے قائم مقام جج بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۳ جون کو البرٹ وکٹر ہاسپٹل لاہور میں مرض سرطان سے فوت ہو گئے۔ آپ کے اعزاز میں ہائی کورٹ اور عدالتہائے ماتحت بند کر دی گئیں۔

گورنمنٹ ہند نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ان تمام صوبجات اور ریاستوں کے وزراء زراعت کی ایک کانفرنس ۱۰ جولائی کو شملہ میں منعقد کیجائے جہاں کھانڈ تیار ہوتی ہے تا ہندوستان میں زیادہ زیادہ مقدار میں بہتر کھانڈ تیار کرنے کے ذرائع اور امکانات پر غور کیا جا سکے۔

لنڈن سے ۱۳ جون کی خبر ہے کہ حکومت برطانیہ امریکہ سے درخواست کرے گی۔ کہ ۱۵ جون کی قسط میں صرف ۲ ملین پونڈ منظور کرے۔ لیکن اگر امریکہ نے اسے منظور نہ کیا۔ تو برطانیہ سونے کے بجائے چاندی میں ۱۲ ملین پونڈ کی یہ قسط ادا کرے گی۔

حکومت ہند کا ایک کمیونک جو ۱۳ جون کو شملہ سے شائع ہوا ہے۔ مظہر ہے کہ ملک معظم نے سر جارج شوسٹر اور سر بروجندا لال مترا ارکان انتظامیہ کونسل وائسرائے کے عہدہ میں اپریل ۱۹۳۵ء تک توسیع کر دی ہے۔

پونہ سے ۱۴ جون کی خبر ہے کہ گاندھی جی چونکہ کمزوری صحت کی وجہ سے ابھی تین ہفتہ تک کسی سیاسی بحث میں حصہ نہیں لے سکتے۔ اس لئے سیاسی لیڈروں کی جو کانفرنس ۱۵ جون کو ہونے والی تھی۔ وہ ابھی نہیں ہوگی اور سول نافرمانی بھی مزید تین ہفتے کے لئے ملتوی رہے گی۔

شملہ سے ۱۳ جون کی خبر ہے کہ وہاں کے سرکاری حلقوں میں یہ افواہ زوروں پر ہے کہ بہاولپور کے حالات اس حد کو پہنچ چکے ہیں۔ کہ وہاں انگریز وزیر اعظم مقرر کر دیا جائے

پارلیمنٹ کے اجلاس میں ۱۴ جون کو ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر ہند نے کہا کہ ہندوستان کے جیلوں میں ۱۹۳۳ء کے دوران میں ۵۶۸۹ قیدیوں کو بید زنی کی سزا دی گئی ہے۔

وزیر ہند نے ۱۴ جون کو دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ کانپور کے فسادات کی تحقیقات کرنے والی کانگرسی کمیٹی کی رپورٹ کو شائع کرنیوالے پریس سے حکومت یو۔پی نے جو ضمانت طلب کی ہے وہ حق بجانب ہے کیونکہ اس رپورٹ میں ایسا مواد ہے جو حکومت کے خلاف منافرت پیدا کرنے والا ہے۔

جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی میں آل انڈیا گورنمنٹ سروینٹس ایسوسی ایشن کے نمائندے سر پیٹرک فاگن ریٹائرڈ آئی۔سی۔ایس نے شہادت دیتے ہوئے کہا۔ کہ ہندوستانی افسر جانبدار ہوتے ہیں۔ اور ہر معاملہ میں اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں کی رعایت کرتے ہیں

ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب مطلع کرتے ہیں۔ کہ سرکاری اعلانات مجریہ ۶ جنوری ۱۹۳۳ء اور ۲۱ فروری ۱۹۳۳ء میں عوام کو مطلع کیا گیا تھا۔ کہ ان مشینوں کو قبضہ

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی